لورالائی میں 1914ء سے قیام پاکستان تک شعری سرگرمیاں

A brief and critical review of literary activities in Loralai from 1914ء to 1947ء

عاصمہ مائل*

Abstract:

The period from 1914ء to the establishment of Pakistan is an important period of Loralai in terms of Urdu literature. Because during this period, Urdu literature developed a lot in the Loralai. And the names of important poets came to the fore. Like the poets of the classical period, the poets and prose writters of this period also Various genres were used, like Ghazal, poems and literary articles. These important poets and writter tied different subjects in urdu poetry and urdu prose. In this research article, the historical periods of Urdu literature in Loralai district have been researched and critically evaluated. And an outline of the literary services of those local and non-local Urdu poets and prose writers, who contributed to the development of Urdu literature from the metioned period (1914) to the establishment of Pakistan, has been presented.

Key words: Urdu literature, classical period, urdu prose, urdu poetry, literary works.

ا۔ اس عہد کے اہم شاعر زمانی ترتیب میں

برطانیہ میں اٹھارویں صدی کے اختتام اور انیسوی صدی کے آغاز میں صنعتی نظام نے جو جنم لیا اس کے رد عمل کے طور پر سوشلزم اور کمیونزم جیسی تحریکیں بھی پیدا ہو گئی تھیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانیہ نے صنعتی پیداوار کو بڑھانے کے لیے پسماندہ ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت ہندوستان میں مغل بادشاہ کے زوال کا دور شروع ہو چکا تھا، اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک ہندوستان کے حکمران غیر ملکی طاقتوں سے لڑ رہے تھے۔ لیکن بالآخر ۱۸۵۷ء میں برطانوی حکومت کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

برطانوی حکومت نے ہندوستان کو نقصانات بھی کافی دیئے مگر ایک فائدہ بھی دیا کہ ہندوستان میں انگریزی اور مغربی تعلیم کو عام کر دیا۔ جس کی وجہ سے اُردو شعری و نثری ادب مغربی ادب سے ہم آہنگ

* M.Phil, Scoler, Sardar Bahadur Khan Women University, Quetta, Pakistan.

ہو گیا۔اور پھر دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اُردو ادب نے بھی عالمی فکر اور واقعات کو دکھایا۔ غرضیکہ مغرب نے اُردو ادب کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ مغربی ادب نے اُردو ادب کا دائرہ کار وسیع بھی کیا۔ اُردو ادب نے مغربی اصناف کو اپنے اندر سمویا۔

۱۹۰۱ء سے آبادیاتی نظام نے ایشیاء اور افریقہ کے بہت سے ممالک کو ہلا کر رکھ دیا۔ لیکن اس کے ساتھ بیسوی صدی میں مختلف ایشیائی اور افریقی ممالک میں جدوجہد قومی آزادی کی کاوش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بیسوی صدی کا نصفِ اول برصغیر پاک وہند میں قومی آزادی کی جدوجہد سے منسلک ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خواب دیکھے گئے اور پھر خوابوں کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے کوششیں شروع کی گئی تھیں یہ صرف اور صرف اُمید پرستی کا زمانہ تھا۔ اور اُردو شاعری نے بھی اس امید پرستی کو اُس دور میں اپنے اندر سمولیا تھا۔ بیسوی صدی نے قدیم اقدار کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا۔ اُردو شاعری نے بھی اس کرب کو محسوس کیا۔

۱۹۱۴ء سے لے کر قیام پاکستان تک کا دور بھی ایسا ہی دور ہے کہ اس دور میں لورالائی میں بھی کافی شعراء نے جنم لیا اور کچھ شعرا باہر سے آکر لورالائی میں مقیم ہو گئے۔ کچھ ملازمت کے سلسلے میں لورالائی آگئے۔ لیکن آج بھی اس دور کے شعراء کے متعلق کچھ خاص شواہد موجود نہیں ہے۔ کہ زمانی اعتبار سے بھی کونسے شعراء پہلے تھے اور کونسے شعرا بعد میں تھے کیونکہ شعراء کی سن پیدائش اور سن وفات موجود نہیں ہے سوائے ایک آدھ شاعر کے کسی کے متعلق بھی تفصیل سے حالاتِ زندگی موجود نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ "قندیل خیال" رسالے کے دو سالہ شماروں سے شعراء کرام کو یکجا کیا اور اس میں بھی زمانی ترتیب دینا نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ جب تک ان کے دور کا ٹھیک سے پتہ نہیں چلے گا تو کسی بھی شاعر کو پہلے اور بعد میں کہنا غلط ہے اور پھر لورالائی کے اکثر شعرا کا تعلق باہر سے تھا جو ملازمت کے سلسلے میں لورالائی آئے تھے اور انہی دنوں لورالائی کے مشاعروں میں شریک ہوئے تھے۔ مگر پھر وہ واپس لورالائی سے چلے گئے اور وہ کب واپس گئے ان کے بارے میں کہیں بھی معلومات موجود نہیں ہیں۔ بعض تحقیقی کتابوں اور رسائل سے یہ معلومات ملی ہیں کہ "قندیل خیال" کے شعرا اور لورالائی کے شعرا میں سے صرف تین نام سامنے آئے ہیں جو کہ ۱۹۱۴ء کے بعد لورالائی میں رہے۔ ان میں سردار یوسف خان پوپلزئی، قاضی عالم ضمیر اور تابش نگینوی سر فہرست ہیں۔

سردار یوسف خان پوپلزئی کے آبائو اجداد افغانستان سے ۱۸۳۹ء میں ہجرت کر کے پاکستان کے صوبہ پنجاب میں آباد ہوئے۔اور اس وقت حکومت برطانیہ نے ان کے خاندان کو فوج اور سول میں اعلیٰ عہدے دیئے اور سردار یوسف خان پوپلزئی کے والد سردار محمد یار خان اُس وقت پنجاب میں اے۔سی کے عہدے پر فائز تھے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے پنجاب سے صوبہ بلوچستان کا رخ کیا۔جناب خورشید افروز اپنی تحقیقی کتاب ''مشاہیر بلوچستان'' میں لکھتے ہیں:

''سردار محمد یوسف خان ۱۸۹۰ء میں ژوب میں بحیثیت ناظر دفتر پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہوئے۔انہوں نے فیروزپور، انبالہ اور جالندھر وغیرہ میں تعلیم حاصل کی اور بہت قابل تھے۔بعد میں مختلف مقامات دُکی سبی، فورٹ سنڈیمن، نوشکی اور لورالائی میں مختلف عہدوں پر تعینات رہے اور ۱۹۲۳ء ای۔اے۔سی لورالائی ریٹائرڈ ہوئے اور دسمبر ۱۹۲۶ء میں کوئٹہ میں وفات پائی محشر رسول نگری نے راقم الحروف کو ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے بلوچستان میں سب سے پہلے علم وادب کا پودا لگایا ۔آپ لورالائی میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے ان دنوں محکمہ مال میں چند شعرا اکھٹے ہوگئے تھے جو بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ سردار یوسف پوپلزئی کے ہاں مجلس مشاعرہ منعقد ہوتی اور اکثر طرحی مشاعرے ہوتے تھے ان کی روداد ''قندیل خیال'' رسالہ میں شائع ہوتی تھی جو لورالائی سے نکلتا اور شائع ہوتا تھا"(1).

خورشید افروزؔ کی تحقیق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۳ء تک سردار یوسف خان پوپلزئی لورالائی میں موجود تھے۔اور اُردو ادب کی آبیاری کررہے تھے۔سردار یوسف خان پوپلزئی اُردو زبان بخوبی جانتے تھے۔آپ نے اُردوادب کی بہت خدمت کی۔اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔سردار یوسف خان پوپلزئی نہ صرف ایک اچھے شاعر تھے بل کہ ان کا اخلاق بھی بہت اعلیٰ تھا۔انہوں نے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف بھی راغب کیا۔اور اے۔سی کی حیثیت سے مسلمانوں کو سرکاری ملازمتیں بھی دی۔

آپ نے لورالائی کو اہم ادبی مرکز کے طور پر نہ صرف بلوچستان میں بل کہ پوری دنیا میں جہاں لوگ اُردو جانتے تھے روشناس کرایا۔ آپ کی ہی محنت وکاوش کا نتیجہ ہے کہ لورالائی ایک اہم ادبی مرکز کے طور پر اُبھرا۔اور آپ کے بعد آنے والے شعرا نے بھی لورالائی میں اُردو زبان کے لیے کام کیا۔ آج سے تقریباًایک صدی پہلے ایک ادبی رسالے کو لورالائی جیسے چھوٹے شہر سے شروع کرنا بہت بڑی بات

تھی۔جب کہ ایک صدی پہلے جو ملک کے حالات تھے۔اور اُردو زبان کے دشمن موجود تھے۔جو اُردو زبان کی راہ میں رکائوٹیں کھڑی کررہے تھے ،مگر اس دور میں سردار یوسف خان پو پلزئی نے ایک اہم کردار ادا کیا۔جو بعد کے آنے والوں کے لیے بھی ایک مثال بن گئی۔جناب خورشید افروز لکھتے ہیں:

"اس خطے میں ادبی رسائل اور مشاعروں کی روایت کا آغاز انہی کے دور اور انہی کے ذریعے ہوا۔یہ اس دور کی بات ہے جب لوگ اُردو زبان کے نام سے بھی ناآشنا تھے۔ہندو سکھ اور تاجر گھرانوں میں عام طور پر ہندی اور اُردو زبان مروج نہیں تھی۔لیکن چوں کہ سردار صاحب فیروز پور انبالہ جالندھر سے تعلیم حاصل کرکے آئے تھے وہ اُردو زبان بخوبی جانتے تھے اور اس کے علاوہ عربی فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھی انہیں مکمل عبور حاصل تھااور وہ اُردو سے انگریزی کے ایک بہترین اور مشہور مترجم تھے۔اور وسیع مطالعہ کے حامل تھے"(2).

سردار یوسف خان پو پلزئی اُردو کے ساتھ ساتھ عربی ،،انگریزی اور پشتوپر بھی دسترس رکھتے تھے۔آپ ہندوستان بھر میں مترجم کے طور پر مشہور تھے۔کیوں کہ آپ انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرتے تھے اور پشتو سے اُردو میں بھی ترجمہ کرتے تھے۔یہ آپ کی خاص صلاحیت تھی۔آپ بہت وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔اور شاعری کے فن میں مکمل عبور رکھتے تھے۔آپ کا تعلق اگرچہ افغانستان سے تھااور ہجرت کرکے آپ کے آبائو اجداد پنجاب میں آکر آباد ہوئے تھے۔ان سب وجوہات کے باوجود یہ آپ کی اُردو زبان سے محبت تھی کہ آپ نے لورالائی جیسے چھوٹے شہر میں اُردو زبان کی ترقی کو پروان چڑھایا لورالائی میں اُس دور میں ادبی محفلوں اور مشاعروں کی کوئی روایت نہیں تھی۔آپ نہ صرف لورالائی بل کہ بلوچستان کے وہ پہلے شاعر تھے جنھوں نے ادبی محفلوں اور مشاعروں کی طرح ڈالی۔اور پھر ان مشاعروں اور ادبی محفلوں کے روداد کو محفوظ کرنے کے لیے پہلا ادبی رسالہ "قندیل خیال" کے نام سے شروع کیاجو کہ قابلِ تحسین نہیں بل کہ قابلِ ستائش ہے۔یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ سردار یوسف خان پو پلزئی کا کلام محفوظ نہیں رہ سکااور ہمارے ہاتھوں ضائع ہو گیاتاہم ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے ان کے کلام کے چند نمونے اپنی کتاب "بلوچستان میں اُردو" میں شامل کیے ہیں جن سے ان کے فنِ شاعری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۶ء تک کا دور لورالائی اور خاص طور پر بلوچستان میں اہم رہا۔اس کے بعد مشاعروں کی محفلیں ماند پڑ گئیں۔ اور ادبی محفلیں اسی طرح سے نہیں رہی جو ان دو سالوں میں تھی اور باقی شعرا نقل مکانی کر کے لورالائی سے چلے گئے اور تحقیقی کتابوں کے مطابق صرف سردار یوسف خان پو پلزئی وہ واحد شاعر تھے جو ۱۹۲۳ء تک اپنی ملازمت کے سلسلے میں لورالائی آتے جاتے رہے۔ مگر آپ بھی اکیلے ادبی محفلیں جاری نہ رکھ سکیں۔ ۱۹۱۶ء کے بعد لورالائی کی ادبی فضاء ایک دم خاموش ہو گئی۔ سردار یوسف خان پو پلزئی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے اُردو زبان و ادب کے لیے دن رات محنت کی اور اُس دور میں جب کہ سیاسی دور تھا اور ملک بہت سی دشواریوں سے دو چار تھا۔ انگریزی حکومت تھی اور مختلف سیاسی تحریکیں چل رہی تھی۔ آزادی کے لیے جنگ لڑی جا رہی تھی ان سب حالات میں آپ نے اُردو شعر و ادب کے لیے گراں قدر کام کیا اور اُردو کو بہت ترقی دی۔ آپ کی وجہ سے لورالائی کو یہ شرف مِلا کہ لورالائی ایک اہم ادبی مرکز کے طور پر اُبھرا۔ تابش نگینوی لورالائی کے دوسرے شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ جب تک سردار یوسف خان پو پلزئی لورالائی میں موجود تھے تو لورالائی میں ادبی حوالے سے کچھ نہ کچھ کام جاری و ساری تھا۔ مگر ان کے لورالائی سے چلے جانے کے بعد لورالائی کی ادبی سرگرمیاں ماند پڑ گئی اور یہاں ۱۹۲۳ء سے لیکر ۱۹۴۰ء تک کسی بھی شاعر کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کچھ مقامی شعرا دُنیا سے رخصت فرما گئے اور کچھ شعرا کی ملازمت ختم ہو گئی اور انہیں لورالائی سے ہجرت کرنا پڑی اسی وجہ سے اُنیسوی صدی کے شروع میں جو ادبی سرگرمیاں تھیں وہ ایک دم سے ختم ہو گئیں۔

تابش نگینوی زمانی ترتیب سے دوسرے شاعر کے طور پر اُبھرتے ہیں اور سردار یوسف خان پو پلزئی کے بعد تابش نگینوی ہی لورالائی میں موجود تھے۔ اور کسی نہ کسی صورت شعر و شاعری کی آبیاری کر رہے تھے۔ تابش نگینوی کا تعلق اصل میں ہندوستان کے شہر نگینہ سے تھا۔ آپ کا اصل نام عبدالرشید ہے۔ آپ کے اُستاد نجمی نگینوی نے ہندوستان میں ہی آپ کا تخلص تابش نگینوی رکھا۔ تابش نگینوی کے والد ہجرت کر کے کوئٹہ میں آباد ہو گئے تھے۔ بعد ازاں ۱۹۳۵ء کے زلزلے کے بعد ان کے والد کوئٹہ سے لورالائی تشریف لائے اور پھر یہی کے ہو گئے۔ اور تابش نگینوی تا موت لورالائی میں رہے۔ تابش نگینوی نے ۱۹۴۰ء سے شاعری کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ایک مشاعرہ میں اپنی پہلی غزل کہی اور یوں باقاعدہ طور پر شاعری کا سلسلہ چل نکلا۔ خورشید افروز نے تابش نگینوی سے ایک انٹرویو لیا تھا جس میں اُنہوں نے اپنے حالاتِ زندگی کے بارے میں بتایا تھا۔ اور بقول تابش نگینوی کے ۱۹۴۳ء تک میں ہی لورالائی کا واحد

شاعر تھا اور میرے علاوہ لورالائی میں کوئی شاعر موجود نہیں تھا۔ اس وقت دوسری جنگ عظیم شروع تھی ۔اور ہر طرف پریشانی کے حالات تھے اور ان حالات کی وجہ سے ۱۹۴۳ء میں ایک نظم لکھی۔ اور ۱۹۴۳ء میں ہفتہ روزہ ''بلوچستان جریدہ'' میں یہ نظم شائع ہوئی۔ اس کے بعد مقامی لوگوں کو بھی پتہ چلا کہ لورالائی میں تابش نگینوی نامی ایک شاعر موجود ہیں۔ اور ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک کا دور مسلم لیگ کا دور تھا۔ اور سیاسی جلسے ہوتے تھے۔ ۱۹۴۵ء کے جلسے میں بھی تابش نگینوی نے ایک نظم پڑھی۔ اور یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ اُس دور میں تابش نگینوی ہی لورالائی کے واحد شاعر تھے جو شعر کہتے تھے۔ نظمیں لکھتے تھے اور جلسوں میں اپنی نظمیں سنایا کرتے تھے اور دادِ تحسین وصول کرتے تھے۔

تابش نگینوی کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں تھے مگر یہی چیز ان کے فن کی سادگی، اثر انگیزی اور لطافت کا سبب بن گئی۔ اس کے کلام میں کسی دقیق فلسفے، کسی گہری تعبیر حیات کی تلاش بے سود ہے۔ مگر حب الوطنی، قومی زبان اُردو سے شیفتگی، ان کی نظموں میں جگہ جگہ پائی جاتی ہے۔ جب کہ ان کی غزلوں میں وہی کلاسیکل شعراء کی طرح محبوب کے حسن و عشق کا رنگین اور دل آویز بیان ان کے غزل کے خاص موضوعات ہیں۔

اگرچہ تابش نگینوی کی ادبی خدمات بہت محدود ہیں مگر قابلِ استحسان ہیں۔ کیونکہ لورالائی جیسے دور افتادہ مقام پر اُردو زبان وادب کی گراں قدر خدمات کی ہے۔ اُن کے معاشی حالات اُس زمانے میں بہت اچھے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشی طور پر اگرچہ وہ معروف انسان نہیں مگر فن کے ساتھ ان کا لگائو داد کے قابل ہے۔ کیونکہ تابش نگینوی ادب سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ اور لورالائی میں ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک جتنی ادبی تحریکیں چلیں اُن سب میں تابش نگینوی پیش پیش تھے۔ اور بہت جذبے کے ساتھ ان تحریکوں اور ادبی تنظیموں کا سرگرم حصّہ بنے۔ ان کا مقصد صرف ایک ہی تھا کہ لورالائی میں اُردو زبان کو فروغ ملے۔ کیوں کہ یہاں کے مقامی لوگوں کی زبان پشتو تھی۔ مقامی لوگ شعر وادب سے بہت دُور تھے۔ جن کا ثبوت ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۴ء تک صرف تابش نگینوی کا لورالائی میں شاعر ہونا ہے۔ کیوں کہ ان کے علاوہ اُس دَور میں کوئی شاعر نہیں تھا۔ تو اس وجہ سے بھی تابش نگینوی کی کوشش یہی رہی کہ لورالائی کے لوگوں میں شعر وادب کی شمع روشن کی جائے۔ آپ لوگوں کو اُردو زبان کی طرف ترغیب دیتے تھے۔ آپ بذاتِ خود شاگرد تھے۔ مگر اپنے دوستوں کو اور جان پہچان والے لوگوں کو اُردو زبان و ادب کی طرف دعوت دیتے تھے۔ تاکہ لورالائی جیسے چھوٹے شہر میں بھی ادبی سرگرمیاں پروان چڑھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آنے والے کے مقامی شعراء کے ساتھ تابش نگینوی تعلقات انتہائی دوستانہ رہے۔ اور مقامی شعرا کے ساتھ مل کر ادبی مجلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ اور شعراء کی ہمت بڑھاتے تھے۔ تابش نگینوی کی سب سے اچھی عادت یہ تھی کہ باقی شعرا کی طرح ان میں حسد نہیں تھی۔ وہ کسی شاعر کی سامنے یاپیٹھ پیچھے برائی نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی شاعر کو چھوٹاشاعر کہتے تھے۔ وہ ہر ایک کی تعریف کرتے تھے اور شعرا کی ترقی سے خوش ہوتے تھے۔ کیوں کہ تابش نگینوی کو لورالائی شہر سے بہت محبت تھی۔ جب بھی کسی شاعر کا مجموعہ چھپتا تھا۔ یاملک کے بڑے ادبی رسالے میں لورالائی کے شعرا کا کلام چھپتا تھا۔ تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ تابش نگینوی نے ۴۰ سال شاعری کی اُن کی شاعری کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ تابش نگینوی کا بلوچستان اور خاص کر لورالائی کے مقامی لوگوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ کہ اگر تابش لورالائی میں اُردو شاعری کا سلسلہ برقرار نہ رکھتے تو آج لورالائی سے اتنے بڑے شعراء نہیں نکلتے۔ ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک سردار یوسف خان پوپلزئی نے اُردو شعر وادب کو لورالائی میں زندہ رکھا۔ اور اُردوادب کو ماند ہونے نہیں دیا۔ اور ان کے ۱۹۲۳ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اور لورالائی سے کوئٹہ ہجرت کرنے کے بعد کچھ عرصے تک لورالائی میں اُردو شعر وادب میں خاموشی چھا گئی۔ اور کوئی ایسا شاعر نظر نہیں آیا جو اُردو شعر وادب کو سہارا دیتا۔ ان کے بعد ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک تابش نگینوی نے اُردو شعر وادب کو سہارا دیا۔ اور لورالائی میں کسی نہ کسی طرح یہ سلسلہ جاری وساری رکھا۔ جو کہ ان کا لورالائی اور اُردوادب پر بہت بڑا احسان ہے۔ ان کو ان کی ادبی خدمات کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ جب بھی اُردو ادب میں لورالائی کا نام لیا جائے گا۔ اس میں تابش نگینوی کو یاد کیا جائے گا۔ کیونکہ تابش کے نام کے بغیر لورالائی کے اُردوادب کی تاریخ نامکمل اور اُدھوری ہے۔ ان کے نام کے بغیر اور ان کی ادبی خدمات کے بغیر لورالائی اُردو ادب کی تاریخ مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ آج لورالائی کی اُردو ادب کی ترقی میں تابش نگینوی کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ وہ اس دور میں اگر لورالائی میں اُردو شاعری کی بنیاد نہیں رکھتے تو بلوچستان میں موجودہ اُردوادب کی ترقی نظر نہیں آتی۔ تابش نگینوی کی تعریف میں آغا صادق مرحوم نے کچھ اشعار کہے ہیں۔

اُردو کا جاں نثار ہے تابش نگینوی
تہذیب کا وقار ہے تابش نگینوی

لازم ہے اس سے پیار کرے آپ زندگی خود زندگی کا پیار ہے تابش نگینوی"(3).

۲۔ اہم شعرا کے یہاں برتی جانے والی اصناف اور انتخاب کی وجوہات کا مطالعہ

۱۹۱۴ء سے لے کر قیامِ پاکستان تک کا دور لورالائی کا اُردو ادب کے حوالے سے اہم دور ہے۔ اس دور میں لورالائی میں اُردو ادب نے بہت ترقی کی۔ اور اہم شعرا کے نام سامنے آئے۔ کلاسیکی دور کے شعرا کی طرح اس دور کے شعرا نے بھی مختلف اصناف بھرتی مگر ان کی فوقیت بھی غزل ہی تھی۔ ان اہم شعرا نے غزل میں مختلف مضامین باندھے۔ اور غزل کو باقی اصناف کے برعکس ترقی دی۔ سردار یوسف پو پلزئی، عابد شاہ عابد، ایاغؔ لالہ فتح چند، شمس خاوریؔ، ان سب نے غزل صنف میں زیادہ لکھا۔ ان اہم شعرا نے حمدیہ اور نعتیہ اشعار بھی غزل میں ہی کہے انہوں نے الگ سے حمد اور نعت صنف میں نہیں لکھا۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت تک حمد اور نعت کو الگ صنف کے طور پر نہیں بھرتا گیا تھا۔ اس لیے اُس دَور کے شعرا نے غزلیہ اشعار میں ہی حمدیہ اور نعتیہ اشعار کہے۔ اس کے علاوہ لورالائی کے اس دَور کے اہم شعرا نے نظم، قصیدہ، مرثیہ، فرد، رباعی، بھی لکھیں جو کہ بہت اہمیت کے حامل ہے۔ اور ان شعرا نے یہ ثابت کیا کہ وہ ہر صنف میں لکھنے کا فن بخوبی جانتے ہیں۔ اور تمام اصناف سے واقف ہیں لیکن اُن شعراء نے تمام اصناف میں سے غزل اور نظم کو فوقیت دی۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۱۶ء تک کے سال ہر لحاظ سے اہم تھے ۔ اس کے بعد اکثر شعراء لورالائی سے واپس چلے گئے۔ کیوں کہ اکثریت ملازمت کی غرض سے لورالائی آئے تھے اور تبادلے کی صورت میں یہاں سے واپس چلے گئے۔

سردار یوسف خان پو پلزئی اور عابد شاہ عابدؔ کے علاوہ بہت سے شعرا نے لورالائی کے مشاعروں میں حصّہ لیا۔ مگر اُن تمام شعرا کے یہاں غزل صنف کا رنگ نظر آتا ہے۔ کسی اور صنف کو اِتنی اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ حمد، نعتیں سب کا انداز غزلیہ ہی تھا۔ اس کے علاوہ اگر عشقِ مجازی تھا تو اُس میں بھی غزل کے مضامین ہی باندھے گئے تھے۔ اور ان غزلوں میں محبوب کے حسن اور ناز و ادا کا ذِکر موجود ہے۔ لیکن ان کے اصناف کے انتخاب سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ان کی شاعری میں مقصدیت نہیں تھی بس شاعری ہی کی گئی تھی ۔ لیکن پھر بھی جن اصناف میں ان شعراء نے لکھا وہ تعریف کے قابل ضرور ہیں۔ کیوں کہ بیسوی صدی کے اوائل میں اُردو شاعری کا نیا نمونہ کہیں موجود نہیں تھا۔ ان شعراء

کے سامنے صرف کلاسیکی شاعری تھی۔ غزل چونکہ کلاسیکی دور سے چلی آرہی تھی اور بہت ہی مقبول صنف تھی۔ کلاسیکی دور کے اہم شعرا نے غزل صنف کو ہی زیادہ تر اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا تھا۔ انہی کے دیکھا دیکھی انیسوی صدی اور پھر بیسوی صدی کے شعرا نے بھی صنف غزل کو اہمیت دی۔ اور اپنے اظہار کے لیے غزل صنف کو اپنایا۔

بیسویں صدی کے اوائل سے قیام پاکستان تک لورالائی کے جتنے اہم اور غیر معروف شاعر تھے۔ سب نے غزل صنف میں طبع آزمائی کی۔ اور مختلف مضامین باندھے۔ جہاں تک صنف غزل کے انتخاب کا معاملہ ہے تو صنف کو برتنے کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ غزل وہ صنف ہے جو اپنے اندر بہت ہی وسعت رکھتی ہے۔ اور اس صنف میں وسیع مضامین باندھے جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ۱۹۱۴ء سے لے کر قیام پاکستان تک لورالائی میں جتنے شاعر موجود تھے اور جتنے شاعر لورالائی میں آکر آباد ہوئے تھے ۔سب نے غزل صنف میں زیادہ تر شاعری کی۔ اور مختلف مضامین باندھے۔ اس دور کے شعرا نے حمدیہ اور نعتیہ اشعار بھی غزل کی زمین میں لکھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس دور میں بھی شاعر حضرات میں غزل صنف مقبول اور پسند کی جانے والی صنف تھی۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس دَور کے شعرا باقی اصناف سے ناواقف تھے یا وہ باقی اصناف میں لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اس دور کے شعرا نے غزل کے علاوہ، قصیدہ، مرثیہ، رباعی، نظم، اصناف میں بھی شاعری کی۔ جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وہ باقی اصناف میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ لیکن ان شعرا نے باقی اصناف میں کم کم لکھا اور زیادہ تر شاعری صنف غزل میں کی۔

۳۔ اس عہد کے اہم موضوعات کا مطالعہ

بیسوی صدی کے آغاز سے ہی بلوچستان اور خاص طور پر لورالائی شہر میں ادبی سرگرمیاں زور و شور سے شروع ہو چکی تھی۔ اور اُردو شاعری خاص طور پر پروان چڑھ رہی تھی۔ اور ان ادبی سرگرمیوں کو پروان چڑھانے میں اہم کردار سردار یوسف خان پوپلزئی کا تھا۔ اس دور میں جب کہ لوگ اُردو سے ناواقف تھے اُردو شاعری کی بنیاد رکھنا اور اسے ترقی دینا کسی بڑے کارنامے سے کم نہیں تھا۔ انہوں نے اُردو شاعری کو ترقی دینے کے لیے لورالائی میں اہم کردار ادا کیا۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ تمام واقعات

و حالات شعر و ادب کو متاثر کرنے کا سبب بنتے ہیں جو کہ انسانی زندگی پر اپنے مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں لورلائی میں بھی اُردو ادب نے محبت اثرات چھوڑے۔

برصغیر میں ہندو پاک تحریکوں نے شعر و ادب کو بھی متاثر کیا۔ اور ان کے موضوعات بھی پچھلی دو صدیوں سے مختلف تھے۔ کلاسیکی دور میں شعرا کے یہاں عام و خاص طور پر شاعری کا موضوع عورت تھا اور عورت کے حسن و جمال، ناز و ادا، ہجر و صال تھا۔ شعرا کرام اپنی شاعری میں اپنے محبوب سے باتیں کرتے تھے۔ ان کے ظلم و ستم کی داستان سناتے تھے۔ یا پھر بادشاہی دور کی وجہ سے بادشاہوں کی تعریف میں قصیدے لکھے جاتے تھے۔ اور ان قصیدوں میں بادشاہوں کی خوب تعریفیں کی جاتی تھیں۔ کلاسیکی دور کے سبھی شعرا ان موضوعات پر شاعری کرتے تھے۔ کیوں کہ کلاسیکی دور میں اُردو شاعری کے مضامین محدود تھے ان میں وسعت نہیں پائی جاتی تھی۔ صرف اور صرف عورت اور عورت ہی ان کا خاص مضمون تھا۔ اُنیسویں صدی کے آخر تک یہی مضامین خاص تھے۔

بیسویں صدی کے آغاز سے بلوچستان میں اُردو شاعری ایک نیا رُخ اختیار کرتی ہے۔ لورالائی کے شعرا نے بھی غزل میں عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی سے وابستہ مضامین باندھے۔ اس کے علاوہ لورالائی کے شعرا کے اس دور کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں حسن و عشق کے علاوہ اخلاق کے مضامین بھی باندھے گئے ہیں۔ ان کا موضوع انسانی اخلاق کے گرد بھی گھومتا ہے۔ کیوں کہ بیسوی صدی کے آغاز سے برصغیر پاک وہند کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور سیاسی صورتِ حال انتشار کا شکار تھی۔ ہر طرف لڑائی جھگڑوں کی فضا گرم تھی۔ اس دور کے شعرا نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو دینِ اسلام پر ڈٹے رہنے کا درس دیا اور اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات پر چلنے کی نصیحت کی ہے۔ اس دور کے شعراء کی غزلوں میں صرف عورت کے حسن و جمال کے قصّے نہیں ملتے ہیں۔ بل کہ عورتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو آخرت کی کامیابی قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عزوجل واحد لاشریک کی عبادت کی طرف راغب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اس دور میں ملک میں جو حالات تھے وہ مسلمانوں کے خلاف تھے۔ انگریز اور ہندو مل کر مسلمانوں کی جڑیں کاٹ رہے تھے۔ اس دور میں مسلمانوں کو متحد کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لیے شعرا کرام نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو ایک ہونے کی نصیحت کی اور اتفاق و اتحاد کا درس دیا یہی وہ اہم موضوعات

تھے جو اس دور کے شعرا نے اپنی غزلوں میں باندھے۔ کیوں کہ سیاسی و سماجی صورتِ حال شعر و ادب کو بری طرح سے متاثر کرتے ہیں اور اس کا اثر شاعری پر پڑتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سردار یوسف خان پوپلزئی، عابد شاہ عابد، ایاغؔ، فراغؔ، نسیم فتح چند، شمس خاورؔی، عزیز بیگم، افروزؔ، ان سب نے اپنی شاعری میں اور خاص طور پر غزل میں مختلف مضامین باندھے کیوں کہ اس دور کے شعراء کے پاس غزل وہ واحد صنف تھی جس میں وہ اپنا اظہار کرتے تھے۔ پھر وہ اظہار کسی عورت کے بارے میں ہو۔ یا حمدیہ اور نعتیہ اشعار ہوں۔ یا کوئی اخلاقی سبق ہو صنف غزل تھی بس موضوعات الگ تھے۔ اور موضوعات میں وسعت دی گئی ہے۔ کیوں کہ غزل ہر دور میں پسندیدہ صنف رہی ہے۔ شعرا کرام کے یہاں بھی اور قارئین کے یہاں بھی۔

جہاں تک شاعرات کا تعلق ہے تو اس دور کے شاعرات نے صرف حمد اور نعت کے موضوع پر شاعری کی۔ اور نعتیں ہی لکھی ہیں۔ جن سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ان شاعرات کو مذہب سے کتنا لگائو تھا۔ اور اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی محبت نے انہیں حمد اور نعت کہنے کی طرف راغب کیا تھا۔ اور یہی خاص وجہ ہے۔ کہ ان شاعرات کے ہاں موضوع نعت ہی ٹھہری۔ اور کسی موضوع پر ان شاعرات نے قلم نہیں اُٹھایا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ڈوب کر اِن شاعرات نے غزل لکھی۔ اس دور کے شعراء میں سے عابد شاہ عابدؔ کی غزلیں جو کہ ”قندیل خیال“ رسالے میں شائع ہوتی تھی۔ باقی شعرا سے اس لیے کچھ مختلف ہے۔ کہ عابد شاہ عابدؔ نے سیاسی حالات کو محسوس بھی کیا تھا اور اس کا اثر ان کی شاعری پر بھی خاصا گہرا تھا۔ سامراجی ظلم و ستم کے موضوعات بھی ان کی شاعری میں ملتے ہیں۔ کہ انہوں نے ان موضوعات پر شاعری کی۔ اور ان موضوعات کو اپنی شاعری کا حصّہ بنایا۔ سیاسی حالات کو موضوع بنا کر اپنی شاعری کا حصّہ بنایا۔

اور سردار یوسف خان پوپلزئی کے شاعری میں بھی مضامین کی وسعت پائی جاتی ہے۔ باقی شعرا نے صرف اور صرف عورت کو موضوعِ خاص بنایا ہے۔ انہوں نے عورت کے حسن و جمال سے ہٹ کر بات نہیں کی۔ ان شعرا میں اس دور کے ہندو شعرا بھی موجود تھے جن کی غزلیات کا موضوع عورت ہی رہی۔ اپنے محبوب کی خوبصورتی، ناز و ادا، ظلم و ستم اور ہجر کے قصے بڑھا چڑھا کر اپنی شاعری میں پیش کیے ہیں۔ قرارداد پاکستان کے ظہور تک آتے آتے حالیؔ سے اختر شیرانی تک شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس نے برصغیر کی جدوجہد آزادی میں لکھ کر شمولیت نہ کی ہو۔ جنوبی ایشیاء میں انسانی فکر کی معروضی صورتِ حال کا

یہ ایک تہذیبی پہلو تھا۔ یوں شعر و ادب میں اجتمائی مسائل پر اظہارِ رائے فرض تصور ہوا کہ آزادی و انتخاب اجتماعی نظریوں کی حیثیت سے مسلمہ شعری اساس بن چکے تھے۔ قوم کی آزادی فرد کی آزادی کے مساوی و ہم معنی تھی۔ غرض یہ کہ اس دَور کے شعرا نے برصغیر پاک و ہند کے حالات کو اپنی شاعری کا حصّہ بنایا۔ بلوچستان کے شعرا نے بھی ان حالات کو اپنا موضوع بنایا۔ لورالائی میں صرف ایک واحد شاعر اُس وقت موجود تھا اور وہ تابش نگینوی تھے۔

تابش نگینوی تک آتے آتے لورالائی کی اُردو شاعری نے رنگ ضرور بدلا ہے۔ کیوں کہ اس دور میں حالات بہت خراب تھے۔ تابش نگینوی ۱۹۴۰ء میں لورالائی میں موجود تھیاور اُردو غزل و نظم دونوں میں لکھتے تھے۔ ان کے اکثر نظموں کے موضوعات ملکی حالات کے حوالے سے ہیں۔ ۱۹۴۳ء کے واحد شاعر تابش نگینوی ہی تھے۔ ۱۹۴۳ء میں دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے حالات بہت خراب تھے۔ تابش نگینوی نے ان حالات سے متاثر ہو کر انہیں اپنی نظم کا موضوع بنایا اور ایک نظم لکھی اس کے بعد لورالائی میں بھی سیاسی اور سماجی جلسے ہونا شروع ہوئے اور ان جلسوں میں تقاریر بھی ہوتی تھیں۔ اور اس دور کے واحد شاعر تابش نگینوی ان جلسوں کے حوالے سے موضوعات پر نظمیں لکھ کر جلسوں میں سنایا کرتے تھے۔ ہندو مسلم فسادات شروع ہو گئے تھے۔ ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی تھی۔ ہندوستان میں ہر طرف قیامت برپا تھی۔ مسلمان مسلم لیگ میں جوق در جوق شریک ہو رہے تھے۔ ان سب حالات پر تابش نگینوی نے نظمیں لکھیں۔ انہوں نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان پر بھی ایک نظم لکھی اور اس دن مشاعرے میں اپنی یہ نظم سنائی۔

۱۹۱۴ء سے قیامِ پاکستان تک شعرا نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا اور اُردو شاعری کی۔ اور وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ یہ موضوعات بدلتے رہے۔ اور ان موضوعات میں وسعت آتی گئی اور آہستہ آہستہ غزل کے ساتھ نظم نے بھی اپنی جگہ بنائی۔ اُنیسوی صدی کے آخر میں برصغیر پاک و ہند کے جو حالات تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ملک جن حالات و واقعات سے گزرا۔ آزادی کی زندگی ایک دم غلامی میں بدل گئی۔ وہ اقوام جو پہلے عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے وہ یک دم غلامی کی زنجیروں سے جھکڑ گئے۔

اس لیے اس وقت کی شاعری پر نظر ڈالی جائے تو اُس وقت کے شعرا نے بھی ایسے ہی موضوعات پر قلم اُٹھایا۔ لکھنؤ کے حالات کا منظر غالب اور دوسرے شعرا نے اپنی شاعری میں کھینچا۔ آہ و فریاد اپنی

شاعری کے ذریعے کی۔ انگریزوں کے مسلط ہو جانے کے بعد حالات میں ٹھہراؤ آیا۔ اور بیسوی صدی کے آغاز میں تھوڑے حالات بدلے اور اس کا اثر بھی شعر و ادب پر پڑا۔ اور پھر شعرا کرام کے موضوعات بدلے۔ اور اس وقت کے شعراء میں کلاسیکی رنگ چھلکنے لگا عورت کے حسن و عشق کے موضوعات جنم لینے لگے۔ مگر یہ سلسلہ بھی زیادہ عرصہ نہیں چلا۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۰ء تک شعر و شاعری کے موضوعات ایک ہی سے تھے اور زیادہ تر محبوب کے موضوعات زبان زدِ عام تھے۔ مگر پھر برصغیر پاک و ہند میں ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے اور سیاسی حالات ہر طرف زور پکڑنے لگے۔ ہر طرف آزادی کی باتیں گردش کرنے لگی۔ مسلم مفکرین نے مسلمانوں کو متحد کرنا شروع کیا۔ اس کا اثر اُس وقت کی شاعری پر بھی پڑا اور اس دور میں نہ صرف غزل بل کہ نظم کے موضوعات بھی قوم، ملت اور آزادی میں بدل گئے۔ محبوب کی جگہ سیاست اور آزادی نے لے لی۔ شاعروں نے شاعری کے ذریعے مسلم قوم کو بیدار کرنا شروع کیا۔ لورالائی میں چوں کہ اس دور میں کوئی شاعر نہیں تھا۔ اس لیے شعر وادب میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور تابش نگینوی واحد شاعر تھے اور وہ بھی نوجوان شاعر تھے۔ ان کو شعر و ادب میں اتنا عرصہ نہیں ہوا تھا۔ مگر اُن کی شاعری نے بھی سیاسی حالات کو قبول کیا تھا۔ اور وہ سیاسی موضوعات پر نظمیں لکھنے لگے۔ اور اُن کی یہ نظمیں سیاسی جلسوں میں پڑھی جانے لگی۔ اور اُس وقت کافی پسند کی گئی تھی۔ کیوں کہ مسلمانوں میں آزادی کے لیے جدوجہد تیز ہو گئی تھی۔ ایسے حالات میں ایسے موضوعات پر شاعری پسند کی جاتی تھی۔ محبوب اور محبوب کے ناز و ادا کے موضوعات کم ہو گئے تھے۔ اور ان موضوعات کی جگہ ملت، قوم، نے لے لی تھی۔ اس لیے ان موضوعات پر نہ صرف بلوچستان بل کہ لورالائی کے ایک آدھ شاعر نے بھی شاعری کی اور ان موضوعات کو اپنی شاعری کا حصّہ بنایا۔ اور یہ سلسلہ قیام پاکستان تک چلتا رہا۔ اور پاکستان بننے کے بعد پھر آہستہ آہستہ سیاسی موضوعات کم ہو گئے۔

۴۔ جن مراکز ادب نے لورالائی میں اُردو شاعری کی روایت کو مستحکم کیا ان کے اثرات کا مطالعہ

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد حالات یکسر بدل گئے۔ اسی طرح اگر تاریخ اُٹھا کر دیکھیں تو برصغیر میں انسانوں نے ہمیشہ ایک غلامی کی زندگی گزاری پھر وہ کسی بھی قوم یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ قومیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل اور بیسوی صدی کے آغاز میں بھی حالات کچھ خاص نہیں بدلے۔ پہلے برصغیر پر مغلیہ سلطنت مسلط تھی اور ان کے زوال کے بعد پھر

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی شروع ہوئی۔اور جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے آہستہ آہستہ برصغیر میں اپنے پاؤں جمائے۔اور یوں برصغیر سیاسی انتشار سے کبھی آزاد نہیں ہوا۔اور یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک چلتارہا۔یہ بات تو روزِاوّل سے عیاں ہے۔کہ ملکی حالات شعروادب پر بھی گہرے نقوش چھوڑتے ہیں۔بیسویں صدی کے آغاز تک بلوچستان میں اُردو شاعری نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔خال خال ہی اُردو شاعر موجود تھے۔کوئٹہ میں مقامی اور غیر مقامی شاعر اُردو شاعری کرتے تھے۔جن میں سرِفہرست ملاحسن براہوی ہیں۔جو کہ براہوی تھے مگر اُردو میں بھی شاعری کرتے تھے۔اور اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ سلسلہ آگے بڑھتارہا۔

کوئٹہ کے بعد دوسرے نمبر پر جس شہر میں اُردو ادب کی آبیاری ہوئی۔وہ شہر لورالائی تھا۔اور لورالائی میں بھی اُردو کو ترقی دینے والے سردار یوسف خان پو پلزئی تھے۔سردار محمد یوسف خان اصل میں افغانستان سے تعلق رکھتے تھے۔اور ان کے آباؤاجداد ۱۸۳۹ء میں افغانستان سے ہجرت کرکے پنجاب آئے اور یوں ۱۸۹۰ء میں سردار یوسف خان پو پلزئی ژوب میں پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوئے ۔یوں ملازمت کے سلسلے میں بلوچستان کے مختلف شہروں میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔اور یوں وہ لورالائی میں آکر آباد ہوئے اور عُمر کا ایک بڑا حصّہ لورالائی میں گزارا۔سردار یوسف خان پو پلزئی جو کہ پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے۔مگر اُردو زبان سے محبت نے انہیں شعر کہنے پر مجبور کیا۔اور لورالائی میں اُنہوں نے علم و ادب کو پروان چڑھایا۔اوریوں آغاز میں کچھ شعراء اکھٹے ہوئے اور پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ ۱۹۱۱ء سے لورالائی میں اُردو شاعری نے بڑی تیزی سے سفر شروع کیا۔شعرا کرام ایک جگہ اکھٹے ہوتے تھے۔اور مشاعرہ منعقد کرتے تھے۔اس مشاعرے میں شعرا کرام اپنا کلام سناتے تھے۔اور یہ سب سردار یوسف خان پو پلزئی کے مرہونِ منت تھا۔

اُنیسوی صدی تک اُردو ادب میں باقاعدہ کوئی تنظیم نہیں دیکھی گئی۔شاید اس وقت کے شعرا کرام نے اسے ضروری نہیں سمجھا یا پھر ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کلاسیکی دور تھا۔ہر شاعر کا اپنا ایک منفرد مقام تھا۔اور وہ زیادہ تر شاعری پر توجہ دیتے تھے۔اور ادبی سرگرمیوں اور ادبی تنظیموں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ کلاسیکی دور میں کسی ادبی تنظیم کا سراغ نہیں ملتا۔اور نہ ہی کوئی تنظیم بتائی گئی۔بیسوی صدی کے آغاز سے ہی حالات یکسر بدل گئے۔ہر طرف سیاسی گہما گہمی تھی۔اور ہندو مسلم

فسادات شروع ہو گئے تھے۔ انگریز پورے برصغیر پر پوری طرح سے مسلط ہو گئے تھے۔ مسلمان ایک عجیب دور سے گزر رہے تھے۔ ایسے حالات میں اُردو زبان وادب کو ترقی دینا کافی مشکل کام تھا۔

بلوچستان میں چونکہ مقامی لوگوں کی اپنی زبانیں تھیں۔ اور وہ اپنی زبانیں بولتے بھی تھے اور شعر و ادب بھی اپنی زبانوں میں کرتے تھے۔ وہ اُردو زبان سے کافی دور تھے ایسے دور میں ان کو اُردو زبان کی طرف راغب کرنا بہت ضروری تھا کیوں کہ پورے ملک میں انگریزی، ہندی، اور اُردو بولی جاتی تھی۔ اور مسلمان چوں کہ انگریزی اور ہندی سے کافی دُور تھے اس لیے اُردو زبان میں مہارت حاصل کرنا نہایت ضروری تھا۔ ایسے میں سردار یوسف خان پو پلزئی نے بہت اہم کردار اَدا کیا۔ کسی بھی زبان کو ترقی دینے کے لیے اُس کے ادب سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کیوں کہ ادیب معاشرے کا پڑھا لکھا طبقہ ہوتا ہے۔ اور وہ پورے معاشرے کی عکاسی اپنی شاعری کے ذریعے کرتا ہے۔ سردار یوسف خان پو پلزئی نے لورالائی میں اُردو زبان و ادب کو ترقی دینے کے لیے سب سے اہم اور ضروری کام لورالائی میں ادبی تنظیم قائم کرنے کا کیا۔ اس حوالے سے انعام الحق کوثر اپنی کتاب ''بلوچستان میں اُردو'' میں کہتے ہیں:

''اس سلسلے میں سردار یوسف خان کا نام لینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بلوچستان میں مشاعروں کی بنیاد ڈالی بزم ادب قائم کی ایک رسالہ نکالا جس میں شعرا کے اشعار ہوتے تھے برٹش بلوچستان میں اُردو شاعری کے پہلے علم بردار سردار محمد یوسف پو پلزئی اور لالہ فتح چند نسیم تھے ''قندیل خیال'' انھی کے دم سے روشن ہوئی اور انھی کے ہاتھوں بجھ گئی"(4).

سردار یوسف خان پو پلزئی نے ''بزمِ ادب'' ادبی تنظیم قائم کی اور اس تنظیم کے ذریعے انہوں نے شعرا کرام کو اِکھٹا کیا۔ وہ شعرا جو پورے بلوچستان میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس ''بزمِ ادب'' مرکز کے تحت ایک جگہ پر اِکھٹے ہو گئے۔ اور تمام شعرا نے لورالائی میں اُردو ادب کو ترقی دینے کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ اس ادبی تنظیم کے حوالے سے محترمہ ''قندیل بدر'' اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتی ہیں:

''لورالائی میں بلوچستان کی اُردو شاعری کو نئی زندگی عطاء کرنے میں سب سے اہم اور فعال کردار سردار محمد یوسف خان پو پلزئی کا ہے۔ انہوں نے بہ یک وقت تین مختلف اور انتہائی اہم سطحوں پر ادب کی خدمت سرانجام دی۔ جن میں ادبی ادارے ''بزمِ ادب'' کا قیام ماہانہ طرحی مشاعروں کا آغاز اور ماہ نامہ گل دستے ''قندیل خیال'' کی اشاعت شامل ہے یہ تینوں کام اتنے اہم اور بنیادی تھے کہ ان کے ذریعے

بلوچستان میں اُردو ادب کی ایک توانا اور مستحکم بنیاد قائم ہوئی، جس کا تسلسل آج تک جاری ہے تاہم ان انتہائی اہم سرگرمیوں میں فتح چند نسیم نے یوسف پو پلزئی کے شانہ بشانہ خدمات سرانجام دیں، جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا"(5).

سردار محمد یوسف خان پو پلزئی نے "بزمِ ادب" ادارے سے بہت سے اہم کام سرانجام دیئے۔ سب سے پہلے اس ادارے کے تحت انہوں نے لورالائی میں ماہانہ طرحی مشاعروں کا آغاز کیا۔ ہر ماہ لورالائی میں مشاعرے منعقد کراتے تھے۔ اور نہ صرف لورالائی کے شعرا کرام بل کہ پورے بلوچستان سے شعرا کرام لورالائی جاتے تھے۔ اور ان مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ اور اس طرح سے لورالائی میں ادبی مجلسیں ہوتی تھیں اور شعرا کرام ادبی محفلیں سجاتے تھے۔ کوئٹہ سے اکثر شعرا کرام بھی ان مشاعروں میں شرکت کرتے تھے اور لورالائی کی ادبی شاموں کو جلا بخشتے تھے۔ اور جو شعرا کسی بھی وجہ سے خود شرکت نہیں کرپاتے تھے وہ اپنا کلام بھجوادیتے تھے۔ اور مشاعرے میں ان کا کلام سنایا جاتا تھا۔ ان مشاعروں کا آغاز نہ صرف لورالائی میں بل کہ پورے بلوچستان میں پہلی بار ہوا تھا۔ اس سے پہلے بلوچستان کے کسی شہر میں مشاعرے کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ یہ ادبی سرگرمی سب سے پہلے سردار محمد یوسف خان پو پلزئی نے شروع کی۔ اور ان کے شانہ بشانہ فتح چند نسیم نے بھی ان سرگرمیوں میں آپ کی مدد کی۔

ان مشاعروں میں جن شعرا نے شرکت کی تھی اُن شعرا کرام کی ذہنی سطح بہت وسیع تھی۔ وہ تنگ نظر نہیں تھے اور نہ ہی مذہبی دائرہ اُن کا بہت محدود تھا۔ ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے شعراء اُس وقت لورالائی میں موجود تھے۔ اُن میں اکثر ہندو شعرا تھے اور اُن کی ذہنی سطح اتنی وسیع تھی کہ ہندو شعراء نے محمد ﷺ کی تعریف میں نعتیں لکھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شعرا ادب کی حقیقت سے واقف تھے اور روشن فکر کشادہ ذہن کے ادیب تھے۔ مشاعرے میں شرکت کرنے والے شعرا کرام کے حوالے سے جو نام ہیں۔ اُن کے بارے میں انعام الحق کوثر لکھتے ہیں :

"ان مشاعروں میں شرکت کرنے والوں کے نام یہ ہیں، سردار محمد یوسف خان پو پلزئی، مولوی عبدالحنان احقر، عنایت اللہ ایاغ، خان بہادر نبی بخش خان اسد، چراغ الدین چراغ، محمود خان محمود، نانک سنگھ نانک، فتح چند نسیم، عابد شاہ عابد، عنایت علی عنایت، ہر کرن داس ہرکرن، پنڈت جیون سنگھ مسکین، شیخ عبدالحق وغیرہ"(6).

یہ وہ معتبر شعرا کرام ہیں جو ''بزمِ ادب'' کے ماہانہ طرحی مشاعروں میں شرکت کرکے اپنا کلام سناتے تھے۔ اور ادبی محفلیں سجاتے تھے۔ اور لورالائی میں اُردو شاعری کو فروغ دے رہے تھے۔ یہ ''بزمِ ادب'' کا بہت اہم کام تھا۔ ان طرحی مشاعروں سے لورالائی میں اُردو ادب کی مستحکم بنیاد قائم ہوئی۔ اور لورالائی اُردو شعر و ادب کے حوالے سے اُردو ادب میں جگمگانے لگا۔ ''بزمِ ادب'' کا دوسرا اہم کام ''قندیل خیال'' رسالے کا اجراء تھا۔ اور یہ بلوچستان کا پہلا ادبی رسالہ تھا جو کہ لورالائی سے نکلتا تھا۔ اور اس رسالے ''قندیل خیال'' میں نہ صرف لورالائی کے شعرا بل کہ پورے بلوچستان کے شعرا کا اُردو کلام چھپتا تھا۔ اور خاص طور پر لورالائی کے ماہانہ طرحی مشاعروں کی رپورٹ اس رسالے میں چھپتی تھی۔ اور شعرا کا کلام اس رسالے میں چھپتا تھا۔ اور آج اگر ہمیں لورالائی کے بیسوی صدی کے آغاز میں شعرا کا پتہ چلتا ہے وہ اسی رسالے کے مرہونِ منت ہے ورنہ آج ہم اُن شعرا سے واقف نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی اُن شعراء کے نام سے واقف ہوتے۔ اور نہ ہی ہمیں یہ پتہ چلتا کہ بیسوی صدی کے آغاز میں لورالائی میں ادبی محفلیں سجتی تھیں اور مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ بل کہ مشاعروں کا آغاز ہی پہلی بار بلوچستان میں لورالائی سے ہوا۔

سردار محمد یوسف خان پوپلزئی کا شعرا پر اور ہم پر یہ احسان ہے۔ کہ اُس وقت انہوں نے ''بزمِ ادب'' کا قیام اور ماہانہ طرحی مشاعروں اور گلدستہ ''قندیل خیال'' کا اجراء کیا۔ اور اس کے ذریعے ہم نہ صرف لورالائی میں ادبی سرگرمیوں سے واقف ہوئے بل کہ اُس دَور کے شعرا کرام کے کلام سے بھی آشنا ہوئے۔ سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے لورالائی کو ایک اہم اور فعال ادبی مرکز کے طور پر متعارف کرنے میں ایک بہت ہی اہم کردار اَدا کیا۔ اور ''بزمِ ادب'' کے تحت ہی اُس وقت ادبی سرگرمیاں ہوتی تھیں۔ محترمہ قندیل بدر اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتی ہیں:

''تمام شعرا نے لورالائی کو ایک ادبی مرکز اور ''قندیل خیال'' کو ایک ادبی تحریک کے طور پر متعارف کرانے میں سرگرم کردار اَدا کیا۔ یقینا اس زمانے میں ''بزمِ ادب'' کے زیرِ اہتمام مختلف ادبی سرگرمیاں انعقاد پزیر ہوتی ہوں گی اور ادبی طور پر یہ زمانہ خاصہ متحرک رہا ہو گا۔ مگر بہت سے حقائق موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس زمانے کی حقیقی ادبی صورتِ حال ہمارے سامنے نہیں ہے۔ تاہم ایک ادبی ادارے کا قیام، طرحی مشاعروں کا انعقاد اور ایک گلدستے کی اشاعت میں وہ اشارے ضرور ہیں جن سے اس زمانے کی ادبی فعالیت ثابت ہوتی ہے" (7).

"بزمِ ادب" نے قومی، علمی، سماجی، ادبی، تقاریب منعقد کرائی۔ اس کی خدمات کو نظر انداز کرنا سراسر زیادتی ہو گی۔ کیوں کہ گزشتہ صدی کے اوائل میں "بزمِ ادب" نے لورالائی میں جو ادبی محفلیں اور مشاعرے منعقد کرائے اُس نے یہ ثابت کر دیا کہ لورالائی علم و ادب کے میدان میں کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہے۔ "بزمِ ادب" نے اچھے شاعر اور ادیب پیدا کی کیے "بزمِ ادب" نے جس بھی رفتار میں کام کیا۔ وہ تسلی بخش تھا۔ اس سے اُس دَور کے شعرا کی ادب سے دلچسپی کا ثبوت ملتا ہے۔ ان مشاعروں میں ایک طرف شعرا شرکت کرتے تھے۔ تو دوسری طرف معززینِ شہر بھی شریک ہو کر شعرا کرام کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے "بزمِ ادب" کی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کی سرپرستی فرما کر ادبی اور ثقافتی ماحول کو سازگار بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ لورالائی میں اُس دَور میں کئی شاعر پیدا ہوئے۔ اور اب تک ہو رہے ہیں۔ اس کی بنیاد سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے ہی رکھی۔ محفلِ مشاعرے کی صدارت اکثر سردار محمد یوسف خان پوپلزئی خود کرتے تھے۔ اور شعرا کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے اور جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی تھی وہاں شعرا کرام کے کلام کی اصلاح بھی کرتے تھے۔ اکثر "بزمِ ادب" کے مشاعروں میں طرحی مشاعرے ہوتے تھے ایک مصرع دے دیا جاتا تھا اور پھر شعرا کرام اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ طرحی مشاعروں کی ابتداء بھی اُس دَور میں سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے کی۔ "بزمِ ادب" نے جہاں بیسوی صدی کے اوائل میں لورالائی کے شعر و ادب میں ایک سرگرم فعال کردار اَدا کیا وہی پر ایک افسوس ناک بات یہ ہوئی کہ یہ ادبی مرکز زیادہ عرصہ نہ چلی اور جلد ہی ختم ہو گئی۔

اس ادبی تنظیم نے دو سال میں بے شمار مشاعرے اور ادبی محفلیں سجائیں۔ مگر اس کا عرصہ بہت مختصر تھا۔ دو سال چلنے کے بعد اس ادبی مرکز کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی۔ "بزمِ ادب" اس دَور کی پہلی اور مشہور تنظیم تھی۔ مگر دو سال کے مختصر عرصے کے بعد یہ تنظیم ایک طرح سے بند ہو گئی۔ سردار محمد یوسف خان پوپلزئی اس ادبی مرکز اور اس کے تحت چلنے والا ادبی رسالہ "قندیل خیال" سے دستبردار ہو گئے۔ اور اس کا باقاعدہ اعلان انہوں نے "قندیل خیال" کے ہی ایک شمارے میں کیا۔ اور اس کے بعد "قندیل خیال" کے دو شمارے آئے اور وہ ادبی رسالہ بھی بند ہو گیا۔ مگر اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ کہ اصل وجہ کیا تھی۔ کیا شعرا کرام نے سردار محمد یوسف خان پوپلزئی کے ساتھ مالی معاونت نہیں کی؟ یا پھر شعرا کرام کی اکثریت جو ملازمت کے سلسلے میں لورالائی آئی تھی۔ وہ واپس چلے گئے اور

شعرا کے فقدان کی وجہ سے یہ ادبی سرگرمیاں رُک گئی۔ یا پھر کوئی اور وجہ تھی۔ غرض یہ کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک ''بزمِ ادب'' نے لورالائی کے اُردو ادب میں اہم کردار اَدا کیا۔ لورالائی کے شعرا کے کلام کو ادبی رسالے کے ذریعے محفوظ کیا۔ اور اُس وقت کے ادبی سرگرمیوں کی رپورٹ بھی اس رسالے کے ذریعے شائع کی جس سے آج کے شعرا مستفید ہوئے۔ اور ماہانہ مشاعروں کا انعقاد کیا۔ ''بزمِ ادب'' اگر اُس وقت اپنی ادبی سرگرمیاں جاری رکھتی۔ تو بعد کے سالوں میں بھی شعرا کرام اس کا حصّہ بنتے اور یہ ادبی مرکز اور ترقی کرتی۔ مگر لورالائی کے شعرا کی بدنصیبی یہ ہے۔ کہ یہ ادبی مرکز دو سال چلی اور پھر بند ہو گئی۔ مگر اس ادبی مرکز کی کاوشوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

۱۹۲۰ء کے بعد بھی ۱۹۲۳ء تک سردار محمد یوسف خان پوپلزئی لورالائی میں موجود رہے۔ مگر نہ پھر ''بزمِ ادب'' فعال ہوئی اور نہ ہی کوئی تنظیم دوبارہ بنی۔ اکثر شعرا کرام لورالائی سے چلے گئے۔ اور سردار محمد یوسف خان پوپلزئی بھی اپنی مدتِ ملازمت پوری کر کے ۱۹۲۳ء میں کوئٹہ چلے گئے۔ اور پھر قیامِ پاکستان تک کسی ادبی مرکز کا کہیں ذِکر نہیں ہے۔ ادبی مرکز اُس وقت بنتی ہے۔ جہاں ادیب اور شعرا ایک بڑی تعداد میں موجود ہو اور پھر شعرا کرام مل کر ایک تنظیم بناتے ہیں۔ تا کہ اُس جگہ میں رہتے ہوئے شعر و ادب کو ترقی دے سکیں۔ اور کوئی بھی ادبی مرکز اُس دَور کی ادبی ترقی کو فروغ دینے میں بہت اہم کردار اَدا کرتی ہے۔ چوں کہ ۱۹۲۳ء کے بعد کوئی شاعر لورالائی میں موجود نہیں تھا۔ اور اگر کہیں کوئی شاعر تھا بھی وہ مقامی زبانوں کے شعرا تھے اور اُردو میں شاعری نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ادبی مرکز عمل میں نہیں آسکا۔ ۱۹۴۰ء میں تابش نگینوی لورالائی ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور اُس دَور کے واحد شاعر تھے۔ چوں کہ ایک شاعر سے ادبی مرکز نہیں بنتی اور نہ ہی کوئی ادبی تنظیم بن سکتی ہے۔ اس لیئے لورالائی میں ۱۹۲۳ء سے لے کر قیامِ پاکستان تک پھر کسی ادبی مرکز کا سراغ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی تابش نگینوی کے علاوہ کوئی اور اُردو کا شاعر لورالائی میں موجود تھا۔ اس لیے اس دَور میں نہ کوئی ادبی مرکز بنا اور نہ ہی ادبی سرگرمیاں پروان چڑھی۔ اس لیئے اُردو شعر و ادب میں خاموشی چھا گئی۔ اور ملک کے باقی حصّوں تک لورالائی میں بھی سیاسی سرگرمیاں عروج پر تھی۔ لوگ سیاست میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ اُردو شعر و ادب کی طرف اُس دَور کے لوگوں کی توجہ کم تھی۔ اور نہ ہی اُردو شعر و ادب کو ترقی دینے کے لیے کوئی سرگرمی عمل میں لائی گئی۔ ایک فردِ واحد اکیلے کچھ نہیں کر سکتا۔

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ لورالائی میں سردار محمد یوسف خان پوپلزئی سے پہلے اور بعد کے شعراء نے قیامِ پاکستان تک شعر وادب کو کچھ خاص ترقی نہیں دی۔ صرف سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے لورالائی میں بیسوی صدی کے اوائل میں اُردو شعر وادب کو ترقی دی ادبی تنظیم قائم کی اور ادبی سرگرمیاں شروع کی اور مشاعروں کا انعقاد کیا۔ سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے اُردو ادب کی پہلی اِینٹ لورالائی میں رکھی۔ اور اس کے بعد آنے والوں نے اُسی اِینٹ پر اِینٹیں رکھ کر تعمیر مکمل کی۔ سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے لورالائی میں شعر وادب کی شمع پہلی بار رَوشن کی جس کی روشنی آج تک لورالائی میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور آج کے شعرا بھی اُس روشنی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ لورالائی کا نام جب بھی شعر وادب کے حوالے سے لیا جائے گا سردار محمد یوسف خان پوپلزئی اور ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حوالہ جات

(1) خورشید افروزؔ، پروفیسر، مشاہیر بلوچستان، جلد دوم، نیو کالج پبلی کیشنز کوئٹہ، ۲۰۱۷ء، ص ۳۶۔

(2) ایضاً، ص ۳۷۔

(3) انوار صیدیقی، پروفیسر، لورالائی کے دو مرحوم شعرا، مشمولہ، رگِ سنگ، ص ۱۵۶۔

(4) انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، بلوچستان میں اُردو، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۴ء، ص ۱۷۴۔

(5) قندیل بدر، قیامِ پاکستان کے بعد بلوچستان میں اُردو غزل، مشمولہ ایم۔ فل اُردو، ص ۴۸ تا ۴۹۔

(6) انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، بلوچستان میں اُردو، ص ۱۷۵۔

(7) قندیل بدر، قیامِ پاکستان کے بعد بلوچستان میں اُردو غزل، ص ۴۹۔